مقالات ومضامین

شمالی علاقوں کی حالیہ کشیدگی اور اس کا تدارک

عطاءاللہ شہاب

شمالی علاقہ جات جغرافیائی اور دفاعی اعتبار سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نہایت حساس علاقے ہیں، ریاست کشمیر اور مسئلہ کشمیر کے اہم حصہ اور فریق ہونے کی حیثیت سے مستقبل کے سیاسی افق پر ان علاقوں کی اہمیت بڑھتی جارہی ہے، جو قوتیں للچائی نظروں سے ان علاقوں پر اپنی توجہات مرکوز کیے ہوئے ہیں وہ یہاں کے مکینوں کو سیاسی فکر کے اعتبار سے منقسم کرنے اور تقسیم کی اس خلیج کو وسیع کرنے کے لیے ہر دور میں فرقہ واریت اور تفریق ایک مجرب اور کامیاب فارمولہ کے طور پر زیر استعمال رہا ہے۔

شمالی علاقوں میں گزشتہ تین عشروں سے مختلف فرقہ وارانہ واقعات میں سینکڑوں بے گناہ افراد مارے گئے، کئی سہاگ اجڑ گئے اور لاتعداد بچے یتیم ہوگئے، کئی خاندان بے گھر ہوگئے، ہزاروں لوگ بے روزگار ہوگئے جب کہ قوم کے کئی ہونہار معمار دہشت گردی کی زد میں آ کر تعلیم سے محروم ہوگئے، سیاست کار سیاسی ڈائیلاگ کی راہ اپنانے اور تفریق کی خلیج کم کرنے کی بجائے وسیع کرنے اور تلخ لب ولہجہ استعمال کرنے کو بہترین سیاست کاری قرار دینے پر آرہے ہیں، علاقے کی اکثریتی امن پسند قوتیں حالات کے جبر کا شکار ہوکر راہِ اعتدال سے ہٹتی جارہی ہیں۔ جب کہ قیامِ امن کو یقینی بنانے والے تقریباً تمام سرکاری ادارے ناکامی سے دوچار ہیں اور آئے روز دوچار ہوتے جارہے ہیں، قدرت کے حسین وجمیل مناظر سے آراستہ اور خوب صورت اس شمالی خطہ کی بڑی بدقسمتی تو یہ ٹھہری کہ وفاقی سرکار کی خاطر خواہ توجہ ان علاقوں کی طرف نہ رہی اور تاہنوز وہ توجہ وفاقی حکومت نہیں دے رہی ہے باوجودیکہ شمالی علاقہ جات کا دارالحکومت گلگت ۸ جنوری سے اب تک معطل پڑا ہے، سرکاری دفاتر اور سرکاری تعلیمی ادارے بند پڑے ہیں، ضد، ہٹ دھرمی اور انتقام کی آگ علاقے اور علاقے کے عوام وخواص میں اس قدر سرایت کرتی جارہی ہے کہ مذہب کے مقدس نظریات کے حوالہ سے پیدا شدہ اور پیدا کردہ اختلافات اب خاندانی عداوت، علاقائی دشمنی اور ذاتی تصادم تک پہنچ چکے ہیں، افسوسناک امر تو یہ ہے کہ اس عداوت اور دشمنی میں اعتدال اور انسانیت کی وہ جملہ اقدار بھی عملی طور پر معدوم ہوتی جارہی ہیں جن کی تعلیم وتلقین مذہب کرتا ہے، مذہبی بنیادوں اور مسلکی عنوانات پر جاری تصادم میں خود اپنی طبیعت اور چاہت جملہ مذہبی تعلیمات سے مقدم ٹھہری ہے۔

۸ جنوری کے المناک واقعات نے علاقے کے عوام کو ایک دوسرے سے اتنا دور کردیا ہے کہ پھر سے قربتوں کا تصور معروضی حالات میں محال نہیں تو مشکل ضرور لگ رہا ہے، دوریوں کی اس خلیج کو پاٹنے میں اب کتنا عرصہ لگے گا یہ تو

اللہ رب العزت ہی بہتر جانتے ہیں، ان دوریوں نے علاقے کی گلی کوچوں اور کھیت کھلیانوں میں خوف کا وہ بیج بودیا ہے کہ مذہبی راہنما بھی خوف میں مبتلا ہیں، تو سیاسی زعماء بھی خائف ہیں، سرکاری ملازمین بھی خوف وہراس کے زیرسایہ جی رہے ہیں، تو تاجر بھی خودکو اور اپنے اموال کو غیر محفوظ محسوس کررہے ہیں، مرد بھی بے چین ہیں تو خواتین بھی بے سکون ہیں، جینے کے مقاصد ہر پل بدلتے جارہے ہیں، انفرادی اور اجتماعی سوچ میں تشدد، لب ولہجہ میں تلخی اور اندازِ کلام نہایت جارحانہ ہوتا جارہا ہے۔ علاقے کی ساری فضا زہرآلود ہوتی جارہی ہے، بہاروں کے موسم میں بھی سارا خطۂ شمال خزاں کا منظر پیش کررہا ہے، مذہبی ضد اور مسلکی عداوت میں علاقے کی قومی تاریخ بھی مسخ کی جارہی ہے۔ قومی وتاریخی اثاثے اور فریڈم فائٹرز کے کردار کو محدود کیا جارہا ہے، حسین وجمیل سیاحتی وادیاں No Go Areas بنتی جارہی ہیں، علاقے کی معیشت ڈوبتی جارہی ہے، تعلیمی درس گاہوں کی مسلسل بندش سے تعلیم مکمل طور پر تباہی کے دہانے پہنچ رہی ہے۔ جس طرح سارا علاقہ خوف کی لپیٹ میں ہے اسی طرح غربت اور افلاس اپنی بانہیں پھیلائے علاقے پر مسلط ہوتے جارہے ہیں جس کی بناء پر غریب کی زندگی اجیرن بنتی جارہی ہے، آخر اس صورتِ حال سے یونہی صرف نظر کرنا ہی اس بدقسمت خطے کی قسمت اور مقدر ٹھہری رہے گی؟ جذبات کی شدت، معروضی حالات کی گرمائش اور خوف وہراس کے عالم میں شاید ایسی باتوں کا تصور قدرے مشکل ضرور لگے گا — اور وہ بھی ایسے خطرناک حالات میں کہ قتل وغارت گری اور جان لیوا واقعات روزانہ کا معمول بن چکے ہوں، اوپر سے نصابِ تعلیم میں تبدیلی کے عنوان سے ایسے غیر موزوں اور غیر معقول مطالبات کی بھرمار سے علاقے کی فضا مزید زہرآلود اور مکدر ہوتی جارہی ہے، نصاب تعلیم میں تبدیلی کی ایک مغربی لہر مملکتِ خدادادِ پاکستان میں سرکاری چھتری تلے چل پڑی ہے تو وہ لہر کسی اور عنوان سے شمالی علاقوں میں بھی چل پڑی ہے، دونوں خطرناک لہروں کی باہم مماثلت اور موافقت پر سرسری سی ایک نظر ڈالتے ہوئے آگے بڑھیں تو علاقے کا موجودہ کشیدہ منظرنامہ صحیح طور پر دکھے گا۔

پاکستان کے معروف لادین ماہر تعلیم ڈاکٹر عبدالحمید نیر نے بعض دیگر ہم خیال ماہرین تعلیم کی معاونت سے پاکستان کے قومی نصاب تعلیم میں تبدیلی اور ترامیم کے حوالہ سے ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ایک تفصیلی رپورٹ مرتب کی ہے۔ اس رپورٹ کی تحریر وترتیب اور اشاعت میں ایک پرائیوٹ این جی او نے جوبھرپور کردار ادا کیا ہے۔ بلکہ رپورٹ کے مرتبین کو متعلقہ این جی او نے حد سے زیادہ سہولیات مہیا کی ہوئی تھیں۔ یہ رپورٹ جو گیارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ Institute Sustainable Development Policies.(SDPI) کے نام سے تمام معتبر سرکاری حلقوں، لادین و دین دار ماہرین تعلیم، امریکن سفارت خانے اور پاکستان کے سیاسی حلقوں میں زیر بحث ہے۔ رپورٹ کے مرتبین نے طاغوتی قوتوں کی فرمائش اور خواہش پر اسلامیات کے علاوہ تمام مضامین سے قرآنی آیات اور اسلامی تاریخ کے تذکروں کو نکالنے کو ضروری اور ناگزیر قرار دیا ہے۔ نیز رپورٹ کے مطابق موجودہ نصابی کتابوں میں قرآنی آیات سے نوجوان

نسل جہاد اور شہادت کا درس لے کر جوان ہوتی ہے اس سے ملک میں رواداری، برداشت اور تحمل کی وہ فضا پیدا نہیں ہو سکتی جو ہندوستان سے دوستی کے لیے درکار ہے۔

SDPI نامی اس رپورٹ میں قرآن وسنت سے ثابت خواتین اور اقلیتی مذاہب کے حقوق کے خلاف تجویز دی گئی ہے کہ ''نصاب میں ایسا مواد جو خواتین، مذہب اور چھوٹے گروہوں (اقلیتوں) اور دوسری قوموں کے خلاف امتیازی سلوک کا درس دیتا ہے کو تبدیل کر کے ایسا نصاب مرتب کیا جائے جو سماجی مساوات، باہمی عزت اور ذمہ داری، انصاف اور امن کی اقدار پر مبنی ہو۔ نیز اس رپورٹ میں مختلف نصابی کتب سے اسلام کا پہلا تیر انداز حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، غزوۂ بدر اور انوکھی جنگ، سید احمد شہیدؒ، میجر طفیل شہید اور مسدس حالی سے ایک نظم کوہِ صفا پر حضور اکرم ﷺ کا قریش سے خطاب جیسے اسباق خارج کر دینے کی تاکیدی سفارش کی گئی ہے۔

اسی طرح اس SDPI نامی رپورٹ میں نظریۂ پاکستان سے متعلق مندرجہ ذیل گیارہ مضامین، ا۔ قومی ترانہ، ۲۔ یوم دفاع پاکستان، ۳۔ قائداعظم اور طلبہ، ۴۔ میر انعام پاکستان، ۵۔ تحریک پاکستان میں علما کا کردار، ۶۔ صبح آزادی، ۷۔ میجر عزیز بھٹی، ۸۔ اقبال اور پاکستان، ۹۔ راشد منہاس، ۱۰۔ فرمودات قائداعظم اور ۱۱۔ یہ دیس ہمارا ہے، ختم کر دینے کی مؤکد سفارش کی گئی ہے۔ نیز اس رپورٹ میں یہ بھی سفارش کی گئی ہے کہ ''عظیم خواتین'' کے عنوان تلے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ عفیفہؓ اور حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی جگہ سوشل ورکر بلقیس ایدھی کا تذکرہ شامل کیا جائے۔ نیز ''نامور مسلم خواتین'' کے عنوان تلے مندرجہ فاطمہ بنت عبداللہ، مولانا محمد علی جوہر کی والدہ بی اماں اور محترمہ فاطمہ جناح کا ذکر خارج کرنے کو کہا گیا ہے۔ نیز شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور سید احمد شہید کی تحریکوں کو مکمل طور پر حذف کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ نیز اس رپورٹ میں ''فتح مکہ'' کا سبق درسی کتب میں جہاں کہیں بھی آیا ہے، حذف کرنے کی بات کی گئی ہے۔

SDPI رپورٹ میں بعض ایسی سفارشات پیش کی گئی ہیں جو نہ صرف نظریہ پاکستان اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں اور بعض ایسا مواد نصاب تعلیم میں شامل کرنے کی سفارش کی گئی ہے کہ پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ مرتبین نے ایسی سفارشات ترتیب دیتے وقت اپنا ایمان اور غیرت اس این جی او کے ہاتھ گروی رکھ دی ہو۔ جس نے انہیں تمام مطلوبہ سہولیات مہیا کی ہوئی تھیں۔

اس رپورٹ کو اعلیٰ سطح پر سرکاری سرپرستی حاصل ہے مگر متحدہ مجلس عمل، پاکستان مسلم لیگ (ن) اور بعض سرکاری ممبران قومی اسمبلی نے بھرپور مخالفت کی ہے۔ بلکہ اس رپورٹ کو ہی اسلام اور نظریۂ پاکستان کی مخالف قرار دیتے ہوئے یکسر طور پر مسترد کر دیا ہے۔ ایک طرف یہ نقشہ ہے جب کہ دوسری جانب پاکستان کے شمالی علاقہ جات بالخصوص ضلع گلگت میں کالعدم تحریک جعفریہ نے ملک میں رائج موجودہ نصاب تعلیم کو اپنے عقائد اور مذہب کے خلاف قرار دیا ہے۔

اس بابت حکومت پاکستان بالخصوص شمالی علاقہ جات کی سول انتظامیہ (جس کے بس میں یہ معاملہ نہیں ہے) سے تحریکی قیادت نے مطالبہ کر رکھا ہے کہ موجودہ وفاقی نصابِ تعلیم سے وہ تمام مواد حذف کر دیا جائے جسے وہ (تحریکی قیادت) بزعمِ خود متنازع کہتی ہے۔ نصابِ تعلیم کو باضابطہ ایشو بنا کر گزشتہ کچھ عرصہ سے احتجاجی جلسے اور جلوس ہو رہے ہیں۔ اہل تشیع کا سنجیدہ اور سیاسی طبقہ یکسر طور پر اس کا حامی نہیں ہے۔ نصاب تعلیم سے متعلق یہ مطالبہ اب گزرتے دنوں کے ساتھ ایک پر تشدد تحریک کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے جو علاقے کے تمام مکاتب فکر کو اپنی لپیٹ میں لیتے جا رہی ہے۔ اس حوالہ سے ۳ جون ۲۰۰۴ء کو گلگت شہر میں تحریکی بلوائیوں نے وہ ہنگامے، جھڑپیں اور احتجاج کیا کہ سول وملٹری انتظامیہ بھی کسی حد تک بے بس نظر آ رہی تھی۔

کالعدم تحریک جعفریہ کی جانب سے ابتدائی مرحلے میں ساٹھ سے زیادہ نکات پیش کیے گئے۔ بعد میں کئی نے معلوم وجوہات کی بنا پر ساٹھ سے کم کر کے ۲۹ مطالبات رہ گئے۔ ان میں بھی بیشتر نکات ایسے ہیں جو اہلسنت مسلک کے مسلمات اور ضروریات دین وایمان میں سے ہیں ان کو موجودہ قومی نصاب تعلیم سے خارج کر دینے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ کو صدیق کا لقب، نیز حضرت ابوبکرؓ کے لیے امیر المومنین اور خلیفہ رسول ﷺ کا لقب، خارج کرنے کا مطالبہ۔ نیز تحریک جعفریہ کے ان ۲۹ نکات میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے لیے صدیقہ اور طاہرہ کے القاب استعمال نہ کیے جائیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو "سیف اللہ" نہ کہا جائے...... حضرت عمرؓ کے لیے "امیر المومنین" کا لقب استعمال نہ کیا جائے...... خلیفہ دوم کے انصاف کو مثالی قرار نہ دیا جائے۔ نیز حضرات خلفائے ثلاثہ حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنی ذوالنورینؓ کی خلافت کا انکار۔ نیز ان نکات میں علامہ اقبال، ہارون الرشید اور شمالی علاقہ جات کے معروف مجاہد غازی گوہر امان کے تذکروں کو خارج کر دینے کا بھی مطالبہ کیا گیا ہے۔

یہ تمام نکات تو سلبی ہیں یعنی تحریک نے اپنے مثبت اصول اور فروع ذکر کرنے کی بجائے اہلسنت کے ایسے مسلمات کو خارج کر دینے یا پھر نصابی مواد سے ختم کر دینے کا مطالبہ کیا ہے کہ مہذب دنیا میں اس طرح کے منفی مطالبات کی کوئی اخلاقی یا آئینی اور قانونی گنجائش نہیں ہوتی۔ شمالی علاقہ جات ایسے حساس اور بے آئین خطہ میں اس طرح کے غیر منصفانہ اور غیر مساویانہ مطالبات کا استعمال نہ صرف علاقے کی وحدت اور ملکی سالمیت کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے بلکہ اس سے شمالی علاقوں میں باہمی تصادم کی بناء پر طاغوتی قوتوں کو یہاں گھس بیٹھنے کا بھی موقع بآسانی مل جائے گا فَرِّق وَ اَحْکُم یعنی "لڑاؤ اور حکومت کرو"...... کا فارمولہ نہایت قدیم اور مجرب ہے۔ اگر کوئی سیاسی یا مذہبی قیادت اس بات کو سمجھنے کے باوجود اس پر تشدد طریقہ کار پر گامزن رہتی ہے تو پھر طاغوت کی خواہش یا سازش خاکم بدہن پوری ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے بلکہ داخلی سطح پر مذہبی یا سیاسی ایشو ہے تو پھر بھی اسے غیر متشدد اور سیاسی طریقہ پر چلنے سے سیاسی مفادات حاصل ہو سکتے ہیں۔ تشدد کا راستہ جس طور پر بھی ہو نہایت نقصان دہ ہے۔ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ویسے SDPI کی رپورٹ اور تحریک جعفریہ کے مطالبات میں کافی مماثلت پائی جاتی ہے۔ جو ہر پہلو سے نہایت تشویشناک ہے۔ نصاب تعلیم کی پرتشدد تحریک نے گلگت شہر کا کاروبار تعلیم، سیاحت اور سیاسیات سمیت بڑی قربانیوں اور مشکلوں بعد پیدا بھائی چارے اور مذہبی رواداری کی فضا کو بری حد تک متاثر کیا ہے۔ موسم گرما میں اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سے ہزاروں سیاح آتے ہیں۔ جن کی وجہ سے علاقے کا کاروبار بڑھ جاتا ہے۔ سیاحت کو فروغ ملتا ہے، ہوٹل میں پھر سے چہل پہل ہونے لگتی ہے۔ اب شہر گلگت اور ہنزہ میں پیدا شدہ صورت حال میں کون احمق ہوگا جو اس طرف رخ کرے گا۔ نیز قوت کا استعمال ردعمل میں قوت کے استعمال کا باعث بن سکتا ہے۔ پھر اس وقت گلگت سمیت شمالی علاقہ جات کا جو منظر ہوگا۔ تصوراتی نگاہ سے دیکھتے ہوئے روح تڑپ اُٹھتی ہے تو جسم لرز کے رہ جاتا ہے۔ پاکستان آرمی، حکومت پاکستان اور علاقے کے خیر خواہ سیاسی، دینی اور سماجی افراد آگے بڑھیں اور اپنا کردار ادا کریں...... ورنہ کہیں دیر نہ ہو جائے۔

علاقے کی معروضی صورتحال کی شدت میں کمی لائے اور مستقل اور پائیدار امن کے لیے جن امور پر توجہ کی ضرورت ہے اس حوالہ سے چند تجاویز مذہبی پیشوا، سیاسی زعماء، اہل دانش اور ارباب حکومت کی خدمت میں اس نیت سے پیش کرتے ہیں کہ ان تجاویز پر کھلے دل سے عمل درآمد کرنے اور کرانے کی بھرپور کوشش کی جائے گی...... تاکہ علاقے کی دہلیز پر دستک دیتے ہوئے طوفان کو روکا جاسکے:

❶ شمالی علاقوں بالخصوص گلگت اور اسکردو میں جاری کشیدہ حالات کو معمول پر لانے کے لیے حکومت پر لازم ہے کہ حکومت قانون کی بالادستی کو یقینی بناتے ہوئے رٹ آف گورنمنٹ (Ret of government) بحال کرے۔

❷ گزشتہ کئی ماہ سے بند تعلیمی اداروں کو تعلیم کے لیے کھولا جائے۔

❸ سرکاری ملازمین بالخصوص اہل سنت سے تعلق رکھنے والے سرکاری ملازمین کے مطالبات کے تناظر میں ان کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے تاکہ دو ماہ سے بند سرکاری دفاتر کی رونقیں بحال ہوں۔

❹ جن لوگوں کی جانیں تلف ہوئیں، انہیں معقول معاوضہ دیا جائے (دیا جانے والا معاوضہ ناکافی ہے) تاکہ جن کنبوں کے واحد کفیل ان حادثات کا شکار ہوئے ہیں، معاشی طور پر ان کے خلاء کو پُر کرنے کی طرف ایک اقتصادی پیش رفت ہو۔

❺ حالیہ واقعات میں جو دینی درسگاہیں اور جن لوگوں کی دکانیں اور گاڑیاں جلائی گئی ہیں ان کو اس حساب سے معاوضہ فوری طور پر ادا کیا جائے۔

❻ قانون شکن عناصر کی بھرپور طور پر حوصلہ شکنی کی جائے، اس بابت انسداد دہشت گردی کی عدالتیں قائم کر کے ایسا کیا جاسکتا ہے۔

⑦ حکومت وقت جملہ مکاتیب فکر کے اکابرین، حضرات علماء اور سیاسی زعماء سے ترغیباً وترھیباً گزشتہ کیے گئے معاہدات کی پاسداری کرائے اور خود متحارب فریقین پر لازم ہے کہ وہ قیام امن کے لیے کی جانے والی کوششوں کو بزدلی سے تعبیر کرنے کی بجائے قیام امن کے لیے نیک نیتی سے کوششیں کریں۔

⑧ دل آزار تحریروں، تقریروں اور نعروں سے مکمل طور پر اجتناب کیا جائے اور اس اجتناب کو باضابطہ طور پر قانونی شکل دی جائے اور اگر اس طرح کا کوئی قانون پہلے سے ملک میں رائج ہے تو اس کو شمالی علاقہ جات تک قانونی طریقہ سے ایڈاپٹ کیا جائے۔

⑨ شمالی علاقوں کے جید اور معتدل علمائے کرام، اہل دانش اور وکلاء پر مشتمل مذہبی مشاورتی کونسل تشکیل دی جائے، سرکاری سطح پر اسے بااختیار بنا کر جوابدہ قرار دیا جائے۔

⑩ متحدہ مجلس عمل کی سپریم کونسل کے شمالی علاقہ جات میں متوقع اجلاس کو کامیاب، مضبوط اور مفید بنانے کے لیے علاقے کے جملہ مکاتب فکر نیک نیتی سے ابھی سے محنت کریں تاکہ علاقہ پر اس کے مثبت اثرات مرتب ہوں۔

⑪ حضرات صحابہ کرامؓ، خلفائے راشدینؓ، امہات المؤمنینؓ اور اہل بیت عظامؓ کے تقدس کا احترام لازمی گردانا جائے، کوئی ایسا اقدام جو صراحۃً یا اشارۃً، قولاً یا فعلاً ان مقدس ہستیوں کی اہانت کا باعث ٹھہرتا ہو، ممنوع قرار دے کر ان کے مرتکب کو آئینی تقاضوں کی روشنی میں سخت سے سخت سزا کا موجب قرار دیا جائے۔

⑫ گلگت کو اسلحہ سے پاک کرنے کی رواں سرکاری مہم کو موثر بناتے ہوئے سارے ضلع گلگت کو ممنوعہ اسلحہ سے پاک کیا جائے۔

⑬ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے ممبرانِ قومی اسمبلی پر مشتمل پارلیمانی وفد جلد علاقہ کا دورہ کرے پھر ان کی رپورٹ کی روشنی میں وفاقی حکومت فوری اور ٹھوس اقدامات اٹھائے۔

⑭ علاقے کی جملہ امن پسند سیاسی، مذہبی اور سماجی قوتیں آگے بڑھیں اور حسین وجمیل خطے میں بھائی بندی اور بھائی چارے کی فضا کو بحال کرنے کے لیے بھرپور کردار ادا کریں۔

علاقہ جس آتش فشاں کے دہانے پر پہنچ چکا ہے اور آگ وخون کی ہولی کھیلے جانے کی جو تیاریاں کی جارہی ہیں اور انتقام کی آگ جس تیزی سے بھڑک رہی ہے اس سے بڑی سرعت کے ساتھ بھڑکائی جارہی ہے کہ علاقہ کا جغرافیہ اور آئینی وسیاسی حیثیت ہی بدلنے کو ہے:

وطن کی فکر کر ناداں، قیامت آنے والی ہے
تیری بربادی کے مشورے ہیں آسمانوں میں

☆☆☆